

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی

﴿قوله تعالى فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا﴾  
(النساء: ۴۱) ”پس کیا حال ہوگا جس وقت کہ ہر امت میں سے ایک گواہ ہم لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔“

تو تعالیٰ ﴿يا ايها النبي انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا﴾ ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو (رسول بنا کر) گواہی دینے والا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ (الاحزاب: ۴۵)

مختلف مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں مندرجہ ذیل وضاحت فرمائی ہے۔ ہر امت میں سے اس کا پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں گواہی دے گا۔ یا اللہ ہم نے تیرا پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا تھا۔ اب انہوں نے نہیں مانا تو ہمارا کیا تصور؟ پھر ان سب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ یا اللہ یہ سچے نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی قرآن کی وجہ سے دیں گے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس میں گزشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کی سرگزشت بھی حسب ضرورت بیان کی گئی ہے۔ یہ ایک سخت مقام ہوگا۔ اس کا تصور ہی لرزہ بر اندام کر دینے والا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ وہ سنا دے گا۔ جب اس آیت پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب کافی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (صحیح بخاری فضائل القرآن)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ گواہی دینی دے سکتا ہے جو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس لیے وہ لفظ ”شہید“ کا معنی حاضر ناظر کرتے ہیں اور یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر باور کرتے ہیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی صفت میں شریک کرنا ہے جو شرک ہے۔ کیونکہ حاضر ناظر صرف اللہ کی صفت ہے۔ شہید کے لفظ سے ان کا استدلال اپنے اندر کوئی قوت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ شہادت یقینی علم کی بنیاد پر بھی ہوتی ہے اور قرآن میں بیان کر دہ حقائق و واقعات سے زیادہ یقینی علم کس کا ہو سکتا ہے۔ اس یقینی علم کی بنیاد پر خود امت محمدیہ کو بھی قرآن نے ہی شہداء علی الناس (تمام کائنات کے لوگوں پر گواہ) کہا ہے۔ اگر گواہی کیلئے حاضر ناظر ہونا ضروری ہے تو پھر امت محمدیہ کے ہر فرد کو حاضر ناظر ماننا پڑے گا۔ (تفسیر اردو حافظ صلاح الدین یوسف۔ ص: ۴۳۳)

اسی طرح سورۃ الاحزاب کی آیت کریمہ ﴿انا ارسلناک شاهدا و مبشرا و نذیرا﴾ کے تحت رقمطراز ہیں۔ کہ بعض لوگ شہاد کے معنی حاضر و ناظر کے کرتے ہیں۔ جو قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ ان کی بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کی بھی جنہوں نے نیکو بیعت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اہل ایمان کو ان کے اعضائے ذمہ سے پہچان لیں گے۔ جو چمکتے ہوں گے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء علیہم السلام کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور یہ گواہی اللہ کے دیئے ہوئے یقینی علم کی بنیاد پر ہوگی۔ اس لیے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں۔ یہ عقیدہ تو نصوص قرآن کے خلاف ہے۔ (تفسیر سورۃ الاحزاب: ص: ۱۸۳)

تو تعالیٰ ﴿و كذلك جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهيدا﴾ ”اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک امت وسط (عادل) بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو۔“ (بقیہ ۷۷ صفحہ پر)

بچوں کی تعلیم و تربیت کی اہمیت

﴿عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اخذ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما تمرۃ من تمر الصدقة فجعلها فی فیه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کخ کخ ارم بها اما علمت ان لا ناکل الصدقة﴾ (متفق علیہ صحیح بخاری) کتاب الزکوٰۃ، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ) ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک بوز لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے فرمایا اسے پھینک دو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقے کی چیز نہیں کھاتے۔“

قارئین کرام! مندرجہ بالا حدیث سے کئی ایک مسائل معلوم ہوتے ہیں:

- ☆ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے لیے صدقہ حلال نہیں تھا۔
- ☆ بچوں کی تعلیم و تربیت کا پہلو بھی واضح ہے۔ بچوں کو جن چیزوں سے روکنا ضروری ہے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا خیال رکھیں اور انہیں ان چیزوں سے روکتے اور سمجھاتے رہیں۔

☆ صدقے کا مال تو امانت ہے جن گھروں اور اداروں میں یہ جمع ہو ان کے مسؤلین کا فرض ہے کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور اصل مستحقین تک اسے پہنچائیں اور اپنے عزیز و اقارب کی دست برو سے اسے بچائیں۔

بچوں کی تعلیم و تربیت میں نماز کی پابندی اور اس کی حفاظت نہایت ضروری ہے اور اس سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم واضح طور پر احادیث کی کتب میں موجود ہے۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے ﴿مروا! اولادکم بالصلاة وهم ابناء سبع سنین و اضر بھم علیہا وهم ابناء عشر و فرقوا بینہم فی المضاجع﴾ (صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلاة) کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کی تلقین کرو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نماز میں سستی کریں) تو اس پر انہیں سرزنش کریں اور ان کے درمیان بستروں میں تفریق کر دو۔

مذکورہ حدیث سے جہاں نماز کی اہمیت واضح ہے وہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے نقطہ نظر سے انہیں سزا دینا اور سرزنش کرنا جائز ہے لیکن یہ بار اور سزا وحیانا نہ انداز سے نہیں ہونی چاہئے بلکہ اس طریقے سے ہو کہ بچوں کی تربیت بھی ہو جائے اور انہیں کوئی جسمانی نقصان بھی نہ پہنچے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں دیگر آداب زندگی کے ساتھ ساتھ کھانے کے آداب کی تعلیم و تربیت نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمہ کو کھانے کے آداب کی تعلیم دی۔ وہ خود فرماتے ہیں ﴿کنست غلاما فی حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت یدی تطیش فی الصدۃ حفۃ فقال رسول اللہ ﷺ یا غلام سم اللہ تعالیٰ کل بيمينک و کل مما یمینک فما ذالت تلک طعمتہ بعد﴾ (متفق علیہ) کہ میں بچہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر پرورش تھا اور میرا ہاتھ (بسم اللہ پڑھو) دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ پس اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ یقینی رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔